قومی راج

منشی پریم چند
خصوصی نمبر

بابت ۲۵ر جولائی سنہ ۱۹۸۰ء

JULY 25, 1980

ve
instea
Rs. 20,00
of Rs. 10,
of Rs. 50
increase
Rs.
Nu
Rs.
30,000 to 4
AIM
Our aim in incre
zes of Rs. 1000 is
larger number of
uld get sizeable
can be useful
their needs.
As many as 2
have thus been

INTERCOMMUNICATIONS

شری ایس - این ڈیسائی

وزیر مملکت برائے امداد باہمی، صنعت، منصوبہ بندی، اطلاعات و تعلقات عامہ

ڈائرکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز کے پندرہ روزہ رسائل 'مہاراشٹر یانس' (ہندی)، 'لوک راجیہ' (مراٹھی، انگریزی، گجراتی اور سندھی) اور 'قومی راج' (اردو) کا 'پریم چند خصوصی نمبر' آپ کی خدمت میں پیش ہے۔

ڈائرکٹوریٹ کے ان رسالوں کی اپنی ایک علیحدہ روایت رہی ہے۔ ہم مہاراشٹر ہی نہیں بلکہ ملک کی دیگر بزرگ سماجی، ادبی اور سیاسی شخصیتوں پر خصوصی نمبر نکالتے رہے ہیں جو ریاست میں ہی نہیں بلکہ بیرون ریاست بھی مقبول ہوئے ہیں۔

"منشی پریم چند نمبر" بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ مجھے پوری امید ہے کہ ریاست اور بیرون ریاست کے ادبی ذوق رکھنے والے لوگ اس خصوصی نمبر کا سواگت کریں گے۔

ایس - این ڈیسائی

اردو

ڈاکٹر صف

سلسلے میں مہاتما گاندھی کی تجویز کی کھل کر مخالفت کی تھی۔" میں اس
پریشر کے عہد میں ادب کا ایک فعال عنصر تھا۔ ساتھ ہی پریم چند
واقف ہوں۔ میری نظر میں پریم چند ایسے مخلص گاندھی وادی کی طرف
گاندھی جی کی کھل کر مخالفت نہ تو امر واقعہ ہے نہ اس بات کا کسی صورت
میں امکان ہو سکتا ہے۔

اندازہ ہے کہ اردو کی کساد بازاری اور ہندی والوں کی حوصلہ افزائی

یو۔ پی کے ایک کالستھ خاندان میں پریم چند (وجہ سے اپنی زندگی کے آخری بارہ سال میں پریم چند اپنی تصنیفات
فارسی ان کو ابتدا ہی سے پڑھائی گئی تھی۔ پہلے ہندی میں اور اس کے بعد اردو میں شائع کرنے لگے تھے۔ یہ کوئی عجیب
کو اپنی تہذیب اور مادری زبان سمجھتے تھے نہیں۔ بیدی کی ایک چادر میلی سی پہلے ہندی میں چھپی۔ کرشن چندر کی بھی
معصومیت اور سادگی کے ساتھ رچا ہوا تھا۔ اور کتاب پہلے ہندی میں نکلی۔ عباس کا ناول انقلاب پہلے ہندی میں
نطرت تھی۔ اگوران بھی اسی طرح پہلے ہندی میں نکلا۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ اردو
مصنف ہندی لیکھک ہو گئے۔
پریم چند نے گاؤں کو خالص گاؤں کے انداز سے
کے متعلق ان کی تحریروں میں ان کی روح بولی اٹھتی ہے پریم چند کا تعلق صرف تجارتی تھا جبکہ وہ اردو کو اپنی ادبی
ہے کہ پریم چند پہلے مصنف ہیں جو یوپی کے گاؤں اور اس کا سرچشمہ سمجھتے تھے۔ اردو میں پریم چند اس مرتبے
کردار دے کو ادب میں لائے ہیں۔ شہر کے متعلق ان کی تحریر تب المرتبہ کوئی افسانہ نگار نظر نہ آتا تھا۔ اپنی اس
آتے جو دیہات کے متعلق ان کے بیان میں ہوتی ہے۔ جان سے زیادہ عزیز تھی۔
شر امام حسین پر ایک خوب صورت

پریم چند ایسا صلاح پسند مصنف تھے۔ انھیں انقلاب
پسند نہیں کہا جا سکتا۔ جب ترقی پسند تحریک شروع ہوئی تو ایک روشن
خیال بزرگ ادیب کی طرح انھیں کرسیٔ صدارت پر بٹھا دیا گیا۔ انھوں
نے اردو افسانے اور فکشن کو بے شک طرز دیا۔ لیکن انقلاب کا نعرہ کبھی
نہیں لگایا۔ وہ اپنے عہد کے مطابق ایک پکے ہندو تھے۔ لیکن ان میں
تعصب کہیں نام کو نہ تھا۔ مذہب کے اتباع کے باوجود وہ ایک
بھلے آدمی اور انسان دوست تھے۔

گاندھی جی کے وہ دل سے پیرو تھے۔ گاندھی جی کی اہنسا
[illegible] یہ ان کا ایک [illegible] عقیدہ تھا۔ وہ [illegible]
[illegible] ضرور دیہی [illegible] کو [illegible] تھے اور ان کی [illegible]
پیروں سے [illegible]
ی بے خالص وشتو واد کے ساتھ پریم چند سوامی دیانند
کی تحریک آریہ سماج کے بھی پیرو تھے۔ پرانے مذہبی رواجوں سے انحراف

کی طاقت ان میں آریہ سماج ہی نے پیدا کی۔ یہ پارسی ڈرامے کی ایسی نغو
تر ہیت سے تھا۔ لیکن ہندو دھرم میں آنے کا راستہ انھیں مشورہ دیا کہ
نے سب سے پہلے دوسرے مذہب والوں کی شدھی کرنے ویلشروں سے
کا طریقہ رائج کیا۔ ودھوا وواہ، اچھوت ادھار اور اصنام پرستی کی مخالفت
یہ سب باتیں ہندوؤں میں آریہ سماج ہی نے رائج کیں۔ پریم چند ان
کو مانتے تھے۔

ابتدائی دور کا گیا ذکر پریم چند کے اچھے خاصے مقبول ہو جانے
کے بعد بھی ان کو دس پندرہ روپیہ فی افسانہ رسالوں سے معاوضہ ملتا
تھا۔ ظاہر ہے اتنی قلیل آمدنی میں بسر اوقات ان کے لیے سخت
دشوار ہو جاتی ہوگی۔ یہ حقیقت ہے کہ ان کی تمام عمر مصائب اور افلاس
ہی میں بسر ہوئی۔ لیکن ان مصائب سے ان میں تلخی اور درشتی کی
جگہ درد آشنائی پیدا ہوئی جو سب سے بڑی دولت ہے۔
یہ کوئی معمولی بات نہیں کہ پریم چند جیسے ڈاکٹر قمر رئیس کو کہنا پڑا کہ

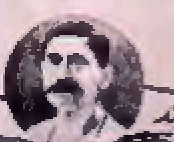

ناول کو اردو تصانیف کی فہرست سے خارج کر دیا ہے یہ بے انوکھا نظریہ ۱۵ دسمبر ۱۹۷۰ء کے ہماری زبان میں شائع ہوا تھا۔ میں نے ہماری زبان ۱۹۷۱ء کے کسی شمارے میں اس کا مختصر سا جواب بھی دیا تھا۔

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ ہم جس طرح انگریزی کو اردو میں منتقل کرنے کو ترجمہ کہتے ہیں۔ کیا انھی معنوں میں ہندی سے اردو یا اردو سے ہندی میں منتقلی کو بھی ہم ترجمہ کہہ سکتے ہیں۔ خاص کر فکشن میں جہاں تحریر کے ساتھ خال خال چند لفظ بدلنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ اگر برج بھاشا، اودھی یا میتھلی وغیرہ کو اردو میں منتقل کیا جائے تو بھی اسے ترجمہ کہہ لیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔ لیکن کھڑی بولی ہندی کو تحریر بدل کر اردو میں لکھنا ترجمہ کسی طرح نہیں ہو سکتا۔

ڈاکٹر مسعود حسن خاں نے بتایا ہے کہ سحر ورما ہندی گؤدان کے مترجم ہیں۔ سحر ورما کا یہ دعویٰ گؤدان ہی کے لیے نہیں پریم چند کے کئی ناولوں کے لیے ہے۔ میری عرض یہ ہے کہ اگر وہ حقیقتاً گؤدان یا پریم چند کے کسی ناول کے ترجمان تھے تو انھوں نے بحیثیت مترجم ان کتابوں پر اپنا نام کیوں نہیں دیا۔ سحر ورما کا یہ بیان ایک شرمناک کرب ہے۔ میری نظر میں وہ پریم چند کی بعض کتابوں کے مسودہ نویس تھے۔ گؤدان کے زمانے میں چونکہ پریم چند سخت علیل تھے لہٰذا تعلقات کی بنا پر اس مسودے میں وہ مشیر بھی بن گئے۔ لیکن مشیر کے معنی مترجم یا شریک قلم ہرگز نہیں ہو سکتے۔ گؤدان، گؤدان ہی کی طرح پریم چند کی تصنیف ہے۔ ترجمہ نہیں۔

آج سے دس سال پہلے ہماری زبان ۸ جولائی ۱۹۷۱ء میں ڈاکٹر قمر رئیس نے ایک یک لخت افسانوی خط "پریم چند کا مکتوب ڈاکٹر مسعود حسن خاں کے نام" کے عنوان سے تاشقند سے شائع کروایا تھا۔ اس خط میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ ماخذوں کے حوالوں سے محروم ہے اور کسی علمی بحث میں آ ہونے کے قابل نہیں ہے۔ میں نے خط لکھ کر بصد ادب موصوف ... ت دریافت کیں تو مجھے جواب اس طرح دیے گئے جیسے ایک معلم کو جواب دیتا ہے۔ میرے لیے موصوف عالی کا اپنے ... د معلم بننا باعث فخر ہو سکتا تھا بشرطیکہ یہ جواب ... نبھا سکتے۔

دقیقی یا ... جو ... کی

اکٹر قمر رئیس نے اس مکتوب میں بہت سی بے حوالہ باتوں کے ... سطر ۲۰ سے ۲۲ بزبان پریم چند فرمایا ہے کہ "بھارتی ساہتیہ ... اسے اجلاس میں میں نے ہندی اور ہندوستانی کے ... کی تحریک

سلسلے میں مہاتما گاندھی کی تجویز کی کھل کر مخالفت کی تھی۔" میں اس ... پریشد کے عہد میں ادب کا ایک فعال عنصر تھا۔ ساتھ ہی پریم چند سے واقف ہوں۔ میری نظر میں پریم چند ایسے مخلص گاندھی وادی کی طرف گاندھی جی کی کھل کر مخالفت نہ تو امر واقعہ ہے نہ اس بات کا کسی صورت میں امکان ہو سکتا ہے۔

اندازہ ہے کہ اردو کی کساد بازاری اور ہندی والوں کی حوصلہ افزائی کی وجہ سے اپنی زندگی کے آخری بارہ سال میں پریم چند اپنی تصنیفات کو پہلے ہندی میں اور اس کے بعد اردو میں شائع کرنے لگے تھے۔ یہ کوئی عجیب بات نہیں۔ بیدی کی ایک چادر میلی سی پہلے ہندی میں چھپی۔ کرشن چندر کی بھی شاید ایک کتاب پہلے ہندی میں نکلی۔ عباس کا ناول انقلاب پہلے ہندی میں شائع ہوا۔ گؤدان بھی اسی طرح پہلے ہندی میں نکلا۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ اردو کے یہ نامور مصنف ہندی لیکھک ہو گئے۔

ہندی سے پریم چند کا تعلق صرف تجارتی تھا جبکہ وہ اردو کو اپنی ادبی زبان اور اپنے ادب کا سرچشمہ سمجھتے تھے۔ اردو میں پریم چند اس مرتبے پر تھے کہ ان کا ہم مرتبہ یا قریب المرتبہ کوئی افسانہ نگار نظر نہ آتا تھا۔ اپنی اس منفرد حیثیت کی حفاظت انھیں جان سے زیادہ عزیز تھی۔

پریم چند نے اپنے محبوب اسلامی پیشوا امام حسین پر ایک خوب صورت ڈرامہ کربلا لکھا۔ لیکن مسلمان ڈرامے کا مطلب پارسی ڈرامے کی ایسی لغو اور بیہودہ چیز سمجھتے تھے۔ پریم چند کے مخلص دوستوں نے انھیں مشورہ دیا کہ اس ڈرامے کی اشاعت خلاف مصلحت ہو گی۔ شاید اردو پبلشروں نے بھی پہلو تہی کی۔ لہٰذا ۱۹۲۴ء میں یہ کسی ہندی ناشر کی معرفت ناگری میں شائع کر دیا گیا۔ پھر ۱۹۲۶ء سے ۱۹۲۸ء تک یہ سترہ قسطوں میں کان پور میں شائع ہوا۔ اردو میں اس کی اشاعت شروع ہو ... میں ایک ہنگامہ ہو گیا۔ ... ہم سنبھال کر پریم چند پر انتقاماً ٹوٹ پڑے ... کا کیا ... کے معتقدات کے ... زبان و بیان پر اعتراضات شروع ہوئے۔ ... ن چند رہ ... پریم چند مزاجاً ... اپنی قلیل آمد ... اس قسم کے آدمی تھے۔ دیہات میں ان کی پرورش ... تھے جنھوں نے گلزار نسیم کے معرکے میں مولانا ... ن ہو گئی۔ یہ حقیقت ہے ... ہو گئی۔ لیکن الٹ مرضا ... اس ہنگامے سے ان کی خود اعتمادی پر بھی ... ادبی موجی ...

علہ کربلا کی اس سرت کی مادہ ... بھے ڈاکٹر قمر رئیس سے حاصل ہو گئیں جس کے لیے میں موصوف کا ممنون ہوں۔

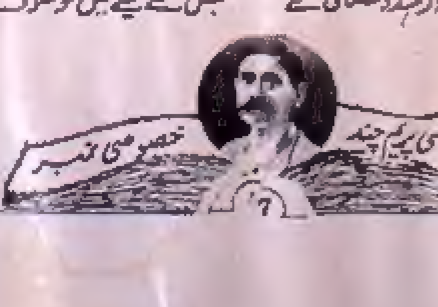

اس بات کا ضرور احساس ہوتا ہے کہ پریم چند نے اپنے قلم کی قوت سے لوگوں کے دل جیت لیے۔

اس بات سے شاید ہی کسی کو انحراف ہو کہ پریم چند نے محنت کش عوام کو اپنے افسانوں اور ناولوں کا ہیرو بنا دیا۔ انھوں نے شعوری طور پر ادب کے ذریعہ عوام کے مسائل کو سمجھنے کی کوشش میں انسان دوستی کی طرف یہ قدم اٹھایا۔ پریم چند کا زمانہ کوئی زیادہ دور کا زمانہ نہیں ہے ان کے کئی ہم عصر آج بھی زندہ ہیں مگر وہ زمانہ انگریزی تسلط کا تھا، جہاں حب الوطنی ایک جرم کی حیثیت رکھتی تھی۔ مگر پریم چند نے وطن اور وطن کے لوگوں کا مفاد پیش پیش رکھا اور حکومت وقت سے کبھی صلح نہ کی۔ ان کی طبیعت میں یہ باغیانہ عزم دین ہے سماج کے ان لوگوں کی جن کے بارے میں پریم چند نے لکھا۔ ورنہ انسانی ناطے تو وہ اس قدر سیدھے سادے اور نیک طینت تھے کہ معمولی سا حادثہ بھی انھیں پریشان کر دیتا تھا۔

پریم چند کی شخصیت پر تو بہت کچھ لکھا جا چکا ہے مگر اُردو، اور ہندی ادب میں پریم چند کی تحریروں یا ان کے فن کے بارے میں بہت کم لکھا گیا ہے۔ حالانکہ پریم چند کی زندگی ایک عام ہندوستانی کی زندگی تھی جس میں نہ بناوٹ تھی اور نہ تصنع۔ آج پریم چند کی شخصیت پر لکھنے والے تو موجود ہیں مگر ان کے فن کی طرف قلم اٹھانے والوں کی ضرورت ہے جو اپنی بے لاگ تنقید سے پریم چند کی کہانیوں سے پردہ اٹھا سکیں اور یہ دکھلائیں کہ ان کہانیوں میں جو درد و غم پوشیدہ ہے در اصل وہی درد و غم پریم چند کا ہے جسے وہ بحیثیت پریم چند اپنے دل میں چھپائے رہے، مگر جسے ظاہر کرنے میں انھوں نے 'گئودان' کے ہوری لال کے منہ میں زبان دی۔ ایثار و قربانی جس طرح ہوری لال نے دی اسے اگر قاری حساس ہے تو سمجھ سکتا ہے کہ اس پردہ زنگاری کے پیچھے پریم چند ہی کے جذبات ہیں جو ہوری لال بن کر حسن و اخلاق، عدل و انصاف و درگذر اور مساوات کی تصویر پیش کرتا ہے۔ اسی طرح "میدان عمل" کا ہیرو امر کانت اپنی حرماں نصیبی اور ماں کی ممتا کی تڑپ میں کوئی اور نہیں بلکہ پریم چند ہی نظر آتا ہے۔ پریم چند بھی بچپن ہی میں ماں کی ممتا سے دور ہو چکے تھے۔ یہ ایسا غم تھا جسے جا بجا انھوں نے اپنے ناولوں اور افسانوں میں بانٹ کر ہلکا کرنے کی کوشش کی ہے۔ مگر جو غم ایک مرتبہ دل میں جاگزیں ہو جاتا ہے اس کو بانٹ کر برداشت تو کیا جا سکتا ہے مگر بھلایا نہیں جا سکتا۔

پریم چند نے آنکھیں کھولتے ہی غریبی دیکھی۔ جب کچھ شعور پایا تب سوتیلی ماں کا جبر اور باپ کی سرد مہری و بے التفاتی کا تجربہ ہوا اس ماحول میں پریم چند کا بچپن بسر ہوا۔ کیونکہ انھیں زندگی میں ... کے لئے کام کرنا تھے اس لئے اس ماحول میں بھی انھوں نے گھٹن نہیں کی بلکہ باہر کی کھلی فضا میں محرومیوں کا بدل تلاش کر لیا۔ اب پریم چند کے افسانے دلوں کو متاثر کرتے ہیں تو اس کی وجہ یہی ہے کہ جو جبر و بے التفاتی وہ بچپن میں سہہ گئے وہی ان کے دل پر نقش ہو کر رہ گیا۔ جس کا اثر لازمی طور سے ان کی تحریروں سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔

پریم چند نے تقریباً تین سو افسانے لکھے اور الگ بھگ ایک درجن ناول۔ اگر انھیں سلسلہ وار پڑھیں تو ہمارے ملک کی اوائل بیسویں صدی کے ۳۶ سال کی تاریخ مرتب ہو جاتی ہے۔ گویا پریم چند کے ادب کی تاریخ ہمارے ملک کی سیاسی اور سماجی تبدیلیوں کی تاریخ ہے پریم چند نے زندگی کے جو گہرے اور ان مٹ نقوش تیار کئے ہیں ان سے ہمیں یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ یہ نقوش آگے کس سمت میں بڑھ رہے ہیں ادیب کا کام زندگی کے استوار راستوں ہی پر قاری کو چلانا نہیں ہے بلکہ ان راستوں میں جو کھائیاں یا گڑھے ہوں ان سے بچانا بھی فرض ہے۔ پریم چند نے اپنی تحریر میں اس بات کا خاص طور سے اپنے گرد و پیش کا جائزہ لے کر وہ بڑے مطمئن ہیں۔ پریم چند ... ادب کی بہترین تعریف تنقید حیات ہے۔ چاہے وہ مثالوں کی ... ہو یا افسانوں کی شکل میں، اسے ہماری حیات کا مبصر ہونا چاہئے۔

وہی ادب موثر ہوتا ہے جس میں ادیب شخصیتوں اور واقعات کا تجزیہ کرے اور ان اسباب کی جڑیں سماج میں تلاش کرے۔ جتنا وہ اس مقصد میں کامیاب ہوتا ہے اس کے قلم سے نکلے ہوئے الفاظ اسی قدر موثر اور اثر انگیز ہوتے ہیں۔ پریم چند کے افسانوں یا ان کے ناولوں کی یہی خصوصیت ہے کہ وہ نہ صرف پڑھنے والوں کو متاثر کرتے ہیں بلکہ ایک لافانی نقش چھوڑ جاتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پریم چند نے کبھی بغیر تلاش و جستجو کے قلم نہیں اٹھایا۔ اگر انھیں کسان کے کردار کو ظاہر کرنا ہے تو انھوں نے پہلے کسان کے معمول میں اپنے آپ کو سمویا اس کے رکھ رکھاؤ کو پرکھا۔ اس کے لین دین کی باتوں کی طرف توجہ دی اور جب یہ مکمل حالات معلوم کر لئے گئے تب اپنے قلم کی

جولانیاں دکھائیں۔

پریم چند کی کہانیوں میں وہی کچھ ہے جس کا انھوں نے تجربہ کیا ہے یا پھر تجربہ حاصل کیا ہے۔ سنی سنائی کہاوتوں، قصوں اور ... انوں پر یقین کر کے کبھی نہیں لکھا۔

کسی بھی نامور ادیب کو لے لیجیے، اور اس کی شروع کی تصنیفات ... اس میں یہ کمزوری اور جھول ضرور نظر آئے گا کہ اگر پلاٹ اچھا ہے و اظہار میں کوتاہی آگئی ہے۔ اگر الفاظ جامع ہیں تو پلاٹ میں جھول رہ گیا ہے۔ یہی فنی کمزوریاں پریم چند کے ہاں بھی کبھی کبھی نظر آتی ہیں — پریم چند کی شروع شروع کی کہانیاں گو فنی اعتبار سے کمزور ہوں مگر چونکہ پلاٹ کی سچائی اس میں رہتی تھی اور جذبات حقیقت پر مبنی تھے اس وجہ سے قریب قریب ہر کہانی موثر ضرور ثابت ہوئی۔ پریم چند کو خود بھی اپنی فنی کمزوریوں کا احساس تھا اور وہ خود بھی انھیں دور کرنے کی کوشش میں مبتلا رہتے تھے۔ جیسے جیسے وقت گذرتا گیا پریم چند اپنی ان کمزوریوں پر عبور حاصل کرتے گئے اور فنی پختگی آتی گئی۔

جہاں تک زبان کا تعلق ہے پریم چند کی کہانیوں، مثلاً "مالک روزانہ"، "فکر دنیا" اور "بڑے بابو" کی زبان خاصی حد ... مگر ان کے مقابلے میں "پریم بتیسی"، "پنچایت" کی زبان کافی آسان ہے۔ لکھتے ہیں:

"گھنٹا بھر کے بعد جمن شیخ، الگو چودھری کے پاس آئے اور ان کے گلے لپٹ کر بولے "بھیا جب سے تم نے میری پنچایت کی ہے میں دل سے تمھارا جانی دشمن تھا۔ مگر آج مجھے معلوم ہوا کہ پنچایت کی مسند پر بیٹھ کر نہ کوئی کسی کا دوست ہوتا ہے اور نہ دشمن۔ انصاف کے سوا اور اسے کچھ نہیں سوجھتا۔"

جیسے جیسے وقت گذرتا گیا پریم چند کے فن میں پختگی آتی گئی، اور ان کی کہانیاں موثر اور پر اثر ہوتی چلی گئیں کیونکہ وہ زندگی کی حقیقتوں کی عکاسی کرتی ہیں جب کہانیوں میں درد ہو، سچائی ہو اور ہر انسان اسے اپنی آپ بیتی سمجھے تو وہی کہانی کامیاب کہلاتی ہے۔ اس کلیہ پر پریم چند وہ عظیم کہانی کار ہیں جن کے ہر ہر لفظ نے قاری کی توجہ اپنی طرف مبذول کی ہے اور یہی پریم چند کی کامیابی کی نشانی ہے۔

... ہماری کسوٹی پر وہ ادب کھرا اترے گا جس میں تفکر ہو، آزادی کا جذبہ ہو، حسن کا جوہر ہو، تعمیر کی روح ہو، زندگی کی حقیقتوں کی روشنی ہو — جو ہم میں حرکت، ہنگامہ اور بے چینی پیدا کرے۔ سلائے نہیں، کیونکہ اب زیادہ سونا موت کی علامت ہوگی۔"

پریم چند
ترقی پسند ادیبوں کی کانفرنس ۱۹۳۶ء
خطبۂ صدارت سے

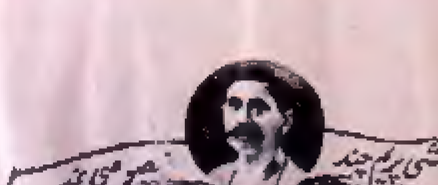

کی تحریر و تقریر میں ہوتا ہے۔

پریم چند پر سیاسی تحریکوں کا زبردست اثر تھا۔ وہ ملک کی سیاسی تحریکوں سے اس قدر متاثر تھے کہ سرکاری ملازمت بھی ترک کر دی تھی۔ پریم چند کے ناولوں اور افسانوں سے بیشمار مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں جن سے ان کے سیاسی و سماجی شعور کا پتہ چلتا ہے اور ان سے ان کی سیاسی ... اور بیدار مغزی ظاہر ہوتی ہے۔

۳ر جون ۱۹۳۰ء کو منشی پریم چند نے پنڈت بنارسی داس چترویدی ایڈیٹر "وشال بھارت" کلکتہ کے نام ایک خط میں لکھا تھا کہ:

"میری تمنائیں محدود ہیں۔ اس وقت سب سے بڑی آرزو یہ ہے کہ ہم اپنی جنگ آزادی میں کامیاب ہوں۔ میں دولت اور شہرت کا خواہشمند نہیں ہوں۔ کھانے کو بھی مل جاتا ہے۔ موٹر اور بنگلے کی مجھے ہوس نہیں ہے۔ ہاں یہ ضرور چاہتا ہوں کہ دو چار بلند تصنیف چھوڑ جاؤں، لیکن ان کا مقصد حصول آزادی ہی ہو۔ اپنے دونوں لڑکوں کے لئے میں کوئی منصوبہ نہیں رکھتا، صرف یہ چاہتا ہوں کہ وہ ایماندار، مخلص اور مستقل مزاج ہوں۔ عیش پسند دولت پرست اور خوشامدی اولاد سے مجھے سخت نفرت ہے میں بے حرکت زندگی کو بھی ناپسند کرتا ہوں۔ ادب اور وطن کی خدمت کا مجھے ہمیشہ دھیان ہے۔ یہ ضرور چاہتا ہوں کہ دال روٹی اور معمولی کپڑے میسر ہو جائیں۔"

شرافت پریم چند کے قلم کی جان اور روح انسانیت کی بیداری ان کے ہر افسانے کا عنوان ہے۔ یہی ان کی زندگی کا مشن رہا۔ اسی کے لئے وہ جئے اور اسی کے لئے مرے۔ ہندوستان کی آزادی کا خواب ان کے انتقال کے گیارہ سال بعد شرمندۂ تعبیر ہو سکا۔ کاش وہ زندہ ہوتے اور آزاد فضا میں سانس لیتے۔

پریم چند اردو اور ہندی زبانوں کے درمیان ایک پریم کے پل تھے جو دوئی کی خلیج کو وحدت کے پل سے پاٹ رہے تھے۔ وہ اردو و ہندی زبان کے سنگم کی حیثیت رکھتے تھے اور ہندو و مسلمانوں کو شیر و شکر کی طرح دیکھنا چاہتے تھے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم پریم چند کے ان اصولوں پر گامزن ہو جائیں جن کا حصول ان کی زندگی کا نصب العین تھا۔

"ہمیں حسن کا معیار تبدیل کرنا ہوگا۔ ابھی تک اس کا معیار امیرانہ اور عیش پرورانہ تھا۔ ہمارا آرٹسٹ امراء کے دامن سے وابستہ رہنا چاہتا تھا۔ انہی کی قدردانی پر اس کی ہستی قائم تھی۔ ہمارا ... شبابیات کا شیدائی ہے اور نہیں جانتا کہ شباب سینہ پر ہاتھ رکھ کر شعر پڑھنے ... نازک کی کج ادائیوں کے شکوے کرنے یا اس کی خود پسندیوں اور چونچلوں پر ... نہیں ہے۔ شباب نام ہے آئیڈیل کا، ہمت کا، مشکل پسندی کا۔"

... دلوں ... کے ناولوں
... متاثر کرتے ہیں
... پیروی ... یہ ہے کہ پریم چند
ترقی پسند ادیبوں ... انھیں کسان کے کردار
... ہیں اپنے آپ ...
... ان کی باتوں کی طرف
... اپنے قلم کی

ڈاکٹر ایس ۔ جے ۔ آڈکر ایم اے ۔ پی ایچ ڈی
ہیڈ ڈپارٹمنٹ ۔ نیو آرٹس اینڈ کامرس کالج کے پیچھے ۔ احمد نگر

ناول نگار ۔ پریم چند

ہندی میں ناول کو اپنیاس کہتے ہیں ۔ منشی صاحب نے اپنے طبعزاد ناولوں کے ذریعہ ادب ہندی کی اس صنف میں جو قابل قدر اضافہ کیا اس کا اعتراف کرتے ہوئے ان کو "اپنیاس سمراٹ" یعنی شہنشاہ ناول کا اعزاز دیا گیا ۔ ناول کی طرح ہندی کے افسانوی ادب کو بھی انھوں نے مالا مال کر دیا ۔ یہاں ایک ناول نگار کی حیثیت سے ان کا تعارف کرا دینا مقصود ہے ۔

پریم چند بنارس کے پاس کے لمہی نامی دیہات میں ۳۱ جولائی ۱۸۸۰ء کو پیدا ہوئے ۔ ان کے والد کا نام منشی عجائب لال تھا ۔ وہ محکمہ ڈاک میں کلرک تھے ۔ اس لئے لوگ ان کو منشی کہتے تھے ۔ انھوں نے اپنے بیٹے کا نام دھنپت رائے رکھا تھا ۔ گھر کی غریبی کی وجہ سے ان کی تعلیم باقاعدہ نہ ہو سکی ۔ بنارس کے ایک ہائی اسکول میں پڑھتے وقت وہ ٹیوشن کر کے اپنا اور گھر کا خرچ چلاتے تھے ۔ آگے چل کر ناساز گار حالات کی وجہ سے ان کو بیچ ہی میں تعلیم چھوڑ دینی پڑی اور پیشہ مدرسی اختیار کرنا ۔۔۔ ۔۔۔ ست انھوں نے بی اے کا امتحان پاس کیا جس کی ۔۔۔ ہوئی اور وہ اسکولوں کے انسپکٹر بنے ۔ وہ جا تھا ۔۔۔ ان کو موالات کا زمانہ تھا ۔ اس تحریک سے وہ اس ۔۔۔ اپنی سروس کا استعفیٰ دے دیا اور جنگ آزادی ۔۔۔ اپنی زندگی کے آغاز میں انھوں نے پریم چند کا نام ۔۔۔ ان کی شہرت کا باعث بنا ۔

۔۔۔ شروع میں پریم چند نے اردو میں مختصر افسانے کی داغ بیل ڈالی ۔ اس کی ابتدا ان کے افسانے "دنیا کا سب سے انمول رتن" سے ہوئی جو ان کے پہلے مجموعہ "سوز وطن" کا پہلا افسانہ ہے جس کی اشاعت ۱۹۰۹ء میں ہوئی ۔ اردو افسانوں کا یہ پہلا مجموعہ انگریزی سامراج کے قہر و عتاب کا شکار ہوا ۔

ایک نقاد کے الفاظ میں پریم چند کے فن کی ابتدا ہی بغاوت کے شعلوں سے ہوئی ۔ آج ان افسانوں کو پڑھ کر حیرت ہوتی ہے کہ انھیں آخر در خور قہر و عتاب کیوں سمجھا گیا ۔ آج یہ افسانے کم سے کم بے ضرر اور زیادہ سے زیادہ جذباتی معلوم ہوتے ہیں ۔ غالباً ان سب میں موج تہ نشیں کی صورت میں پایا جانے والا حب الوطنی ، ماضی پرستی کی دھند میں چھپی حریت پسندی اور سماجی تبدیلی کا جذبہ عتاب کا باعث ہوا ۔

پریم چند نے شروع ہی میں اردو افسانے کو مقصدیت اور واقعیت کا رجحان دیا ۔ جو شروع میں داستانی رنگ و آہنگ ، مبالغہ ، رنگینی جذبات اور مثالیت پسندی کے غبار میں چھپی ہوئی تھی ۔ منشی صاحب کے افسانے اور ناول ہمیشہ اصلاح خلق پر مبنی ہوتے ہیں ۔ ان کا مقصد شریفانہ جذبات کا برانگیختہ کرنا ہوتا ہے ۔ ان کے افسانوں میں فطرت کا دل چسپ مطالعہ نازک ترین جذبات و احساسات کا بیان ہے ۔ زندگی کے سنجیدہ ۔۔۔ کو نہایت

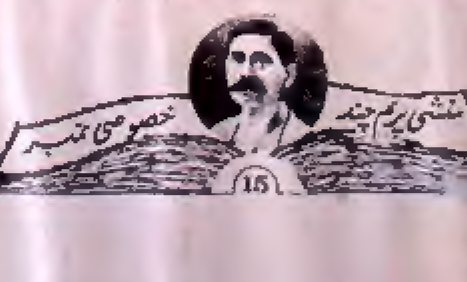

منشی پریم چند

مجھ سے پوچھا:
"کیا یہ کتاب تم نے لکھی ہے؟"
...نے کہا "ہاں"۔
...نے ایک کہانی کا مطلب مجھ...
(آخر...)

جمیل... احمد۔

ہماری اردو تنقید کا یہ المیہ رہا ہے کہ وہ غیر جانب دار نہ رہ سکی۔ اگر یہ کسی تخلیق کار کی تعریف کرنے پر آئی تو اس کو آسمان کی بلندی پر پہنچا دیا، اور ایسی تعریف کی کہ وہ ادب میں حرفِ آخر نظر آئے اور جب کسی کی خامیاں بیان کرنے لگے تو اس تخلیق کار کو صفحۂ قرطاس سے مٹا دیا، یہ تو رہی اردو ادب کے عام ... ناقدوں کی بات، لیکن جو چیز

اہم ہے کہ منشی پریم چند نے سب سے پہلے افسانے کو اردو سے متعارف کروایا۔ یا یہ کہہ سکتے ہیں کہ اردو میں افسانے کی داغ بیل ڈالی اور مختصر افسانہ یا کہانی کا جدید تصور ہمیں دیا۔ اور سب سے پہلے بڑے افسانہ نگار اس لیے مانے جاتے ہیں کہ انھوں نے جس چیز سے کہانی بنتی ہے یہ چیزیں ہمیں سکھائی ہیں۔ پریم چند کا افسانہ افسانہ نگاری کی

"ادب محض دل بہلاؤ کی چیز نہیں ہے
دل بہلاؤ کے سوا اس کا کچھ ... بھی"

...ری میں بظاہر د...
...بش کی بدولت ہی غیر دلکش زندگی اتنی ...
...ہے کہ ہم اس میں لذت محسوس کرنے لگتے ہیں گو
...سو پہلو پیدا ہوتی ہے۔ کسانوں کی زبوں حالی
...وں کی چیرہ دستیوں کا حال پڑھ کر بے اختیار

...انوں کی پلاٹ کی رنگا رنگی یہ ہے کہ
...نہیں ... دلکش بنایا ہے۔ کبھی سماج کو اصلی
...لت پت دکھایا ہے ... صاف و شفاف کر کے پیش کرنے
...ل ... ہے کبھی سیٹھوں اور سے اردوادں اور جاگیرداروں کے کرداروں
سے ... دکھایا ہے۔ کبھی تاریخ کے پرانے تودے کی اٹھائے ہیں کبھی بزرگوں
اور ... کی داستانیں سنائی ہیں، کبھی وطن پرستی محبت و اخلاص کے
ار... مرقع تیار کئے ہیں۔ کبھی آن اور عزت کی خاطر جانبازی کا سبق
پڑھایا ہے اور کبھی گاؤں کی زندگی کے تمام پہلوؤں کی مصوری کی ہے۔
لیکن ان کا ... ہے ... ان تمام ... ... میں جتنے کردار پیش کئے ہیں وہ
سب ... ... کا آدمی ہیں۔ وہ نہ دیوتا ہیں نہ راکشس
ان میں خوبیاں ہیں تو ... ... اور ... حالات و واقعات کے
تحت ان ... ... بھلے یا ... ہوئی ہیں۔ ان کی

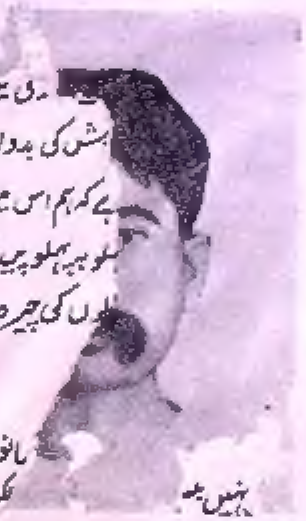

...انی رہیں
کانوں میں رس گھولتی ہے۔ ... ادب محض عشق ... اور ... دیا
امتزاج ہے مولانا شبلی نے ان کی ... ... میں لکھا تھا "ان کے
جیسی لطیف اور ستھری ہوئی اردو سات کروڑ مسلمانوں میں کوئی نہیں
لکھتا" مولانا شبلی کا انتقال ۱۹۱۴ء میں ہوا اور پریم چند نے ۱۹۳۶ء میں
وفات پائی اس دوران میں یقیناً ان کا اندازِ بیان اور بہت کچھ منجھ گیا
ہوگا۔ فراق گورکھپوری نے ان کی زبان کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ
"فرانسیسی زبان کی طرح ضرورت سے زیادہ منجھی تلی ہوئی ہے اور جرمن
زبان کی طرح اس میں کہیں الجھاؤ نہیں ہے۔ ان کے افسانوں کے مجموعے
"پریم بتیسی" "پریم پچیسی" اور "پریم چالیسی" پڑھیے اور ہندی اور فارسی کے
خوشگوار آمیزش کا لطف اٹھائیے۔ ان کی تحریر میں آزاد کی رنگینی نہیں
حالی کی خشکی نہیں غالب کی ظرافت نہیں نذیر احمد کی ... نہیں بلکہ
ان کی زبان میں ایک منفرد دلآویز سادگی اور ایک دلربا ... ... گی ہے۔
... ... خیالات کے چہرے ... الفاظ خود بخود امنڈ ... ہے ...
... بیٹھ کر کہی اور سنی جا سکتی ہیں ... خود ہی اپنی ...
ان کی کہانیوں میں جھلکتا ہے جس ... کردار نگاری ہیں ...
بے تکلفی اور بے ساختگی کی کیفیت ... ... ہیں۔

کے نقطۂ نظر کی وضاحت " سوزِ وطن " کے چند سطروں کے دیباچہ میں ہی ہوتی ہے جس کی عبارت اس طرح ہے :۔ ... گاؤں
" ہر ایک قوم کا علم و ادب اپنے زمانوں میں ... رہتے ... کی ... تصویر ہوتا ہے ۔ جو ... بیٹھ کر کھ
بین ، آم کی فصل آئی تو نو عمر لڑکوں ... کا جگر کاٹنے لگتی اور پر پکے آموں کی تلاش میں لگ جاتی ۔ اپنے ساتھیوں میں پریم چند کا نشانہ سب سے اچھا تھا ۔ کیا مجال کوئی پکا آم نظر آئے اور وہ تین وار کرنے پر وہ ڈال سے ٹوٹ کر زمین پر نہ آ جائے ، پھر اگر رکھوالا گالیاں دیتا ہے تو دے ۔ انھیں آموں سے غرض پیڑوں سے کیا لینا ۔ بچپن کے اسی ماحول ... پریم چند کی زندگی کھیل کود اور سیر گشتی میں گزری تھی ۔ گاؤں میں جتنی طرح کے کھیل رائج تھے پریم چند کو ان سب سے دلچسپی تھی ۔ خاص کر کبڈی اور گلی ڈنڈا سے ان کو ... رغبت تھی ۔ اور اس طرح پریم چند کے بچپن ... کا اسی تجربہ ... سے اپنی کہانیوں کا مواد فراہم کرتا رہا ۔ جب پریم ... نے تیرہ برس کی ... پڑھنے کے ساتھ ساتھ لکھنے کی طرف توجہ کی ... کا ... طلسم اور عیاری کی داستانوں سے تجربے اور ... کے ہاتھ میں رہی جتنے ... لیے مواد حاصل کر رہا تھا ۔ ... تائید یا تقلید میں لکھ رہے تھے ۔ علی ... اختر اورینوی ، سہیل عظیم آبادی ، اعظم کریوی اور کسی حد تک سدرشن پریم چند ہی کے نقش ثانی ہیں ۔ علی عباس حسینی نے خاص طور سے دیہات کو اپنے افسانوں کا موضوع بنایا ۔ حسینی نے پریم چند کی بنائی ہوئی ڈگر پر چل کر دیہاتوں کی گلی کوچوں میں پہنچایا ۔

نئی پود کے افسانہ نگاروں میں کرشن چندر کے سوا کوئی افسانہ نگار ایسا نہیں جس نے تیزی سے بدلتے ہوئے زمانے اور ... تیزی سے بدلتے ہوئے فن کو ہر آن اپنی گرفت میں رکھا ہو ۔ کرشن چندر کے افسانہ نگاری کی ابتدا رومانیت ، شعریت اور رنگینی ... سے ہوئی مگر وقت کے تقاضوں کے ساتھ اس میں ... حیثیت ، نفسیات اور سماجی مسائل بھی کچھ داخل ہو گئے ... افسانہ نگاری ایک ... دوسرے ... ابھی ... بڑھتے دور کی رہنمائی ... میں تھوڑی ... اول کو نئی نئی رہ ... تھا ۔ ... گھر ... سا ... کچھ سونا تھا ۔ اس

لیے گھر پر جی نہ لگتا تھا ۔ رشتہ داروں میں گھوما کرتے تھے اور سب سے یہی امید کرتے تھے کہ کوئی ان کی شادی کرا دے ۔ ... لیے سو دو سو خرچ کرنے کو بھی تیار تھے ۔ آخر انھوں نے وہی کیا جو بن بیاہے اکثر کیا کرتے ہیں ۔ ایک چمارن کے تیر نظر کے گھائل ہو گئے ۔ "

منشی پریم چند نے ماموں کا نام نہیں بتایا ، لیکن امرت رائے نے اپنی کتاب (پریم چند ... کا ... سپاہی) میں ان کا نام منشی روپ نرائن بتایا ہے ۔ جب ... ان کے چماروں کو ہوئی تو وہ بہت خفا ہوئے ... لیے آپس میں پنچایت کی ۔
... سے ... رہے ... ملک کو مضبوط بنانے کا جو خواب ہمارے اسلاف ... شرمندۂ تعبیر کرنے کے لئے ہر زبان کے ... یا ہوتا ... کو پریم چند کے مشن کو تیز کرنا ہوگا ۔ ... لیکن ... پریم چند نے ... اٹھایا اور اب ... کھیلنے کرنے میں مصروف ہے ۔
... وادی رعب ... کرنے کو ... کیوں ...

... ہاتھ ... تھا ... واقعہ
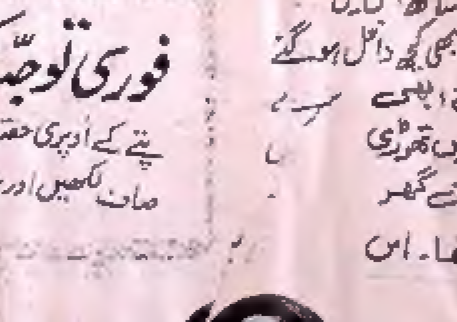
فوری توجہ کیلئے
ہمیشہ حوالہ نمبر ... آپ ... پتے کے اوپری حصہ پر درج ... ہے) ضرور تحریر فرمائیں ۔ اپنا پتہ صاف لکھیں اور ... ... میں بھی ... (ادارہ)